(گذشتہ سے پیوستہ)

# حدیث بخاری پر تنقید

## ایک تنقیدی جائزہ

تحریر: پروفیسر قاضی مقبول احمد

ایک صاحب (پروفیسر خورشید عالم مصنف رسالہ عورت کی حکمرانی اور حضرت ابو بکرۃ کی روایت) نے (جن کو اس بات پر بڑا فخر ہے کہ ان کے والد مرحوم حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی کے شاگرد تھے اور انہیں اپنے والد کی خصوصی توجہ سے ہی علم حدیث کا ذوق حاصل ہوا ہے) روافض کی مبالغہ آمیزی اور توہین صحابہ میں تیزی و طراری کو بھی مات کر دیا ہے۔ موصوف نے بڑے شوق و ذوق سے حضرت ابو بکرہؓ کے نسب پر بھی انگشت نمائی کی ہے اور یہ بتانے میں بھی ہر قسم کی شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ دیا ہے کہ وہ ایک فاحشہ اور زانیہ عورت کے بیٹے تھے۔ سوال یہ ہے کہ جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں شامل ہو گئے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر دست شفقت رکھ دیا ہے تو جب آپؐ نے ان باتوں کو درخور اعتناء نہیں سمجھا تو اور کسی کو کیا حق ہے کہ اس طرح صحابہ کی عظمت پر گندگی کے چھینٹے ڈالے۔ کیا یہ نام نہاد دانشور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی زیادہ باغیرت ہیں کہ حدیث کی تحقیق میں صحابی پر اس طرح سنگدلانہ انداز میں تبصرہ کریں ایسے ہی لوگوں کے متعلق کہا گیا ہے **اذا لا تستحی فاصنع ماشئت**

دنیا میں تحقیق اور اختلاف رائے کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ تمام بحث میں چند مسلمات اور اساسی نکات کو ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے۔ تمام تر بحث اور گفتگو ایک خاص دائرہ کے اندر رہ کر کی جاتی ہے اور بعض معیارات سے انحراف کرنا ممنوع ہوتا ہے۔ جب کسی تحقیق یا اختلاف کا دائرہ عمل ہی مختلف ہو جائے تو بحث بے کار ہوتی ہے۔ مثلاً جب بھی اسلامی تعلیمات کے متعلق کوئی بات ہو گی تو یہ امر پہلے سے طے شدہ تصور کیا جائے گا کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے اور قطعی الثبوت ہے۔ لیکن جب کوئی شخص اسلامی تعلیمات پر اختلاف کرنے سے پہلے ہی یہ بحث شروع کر دے کہ آیا قرآن مجید کلام ہے یا نہیں یا یہ کہ یہ قطعی الثبوت ہے یا نہیں یا یہ کہ قرآن مجید مکمل ہے بھی یا نہیں، آیا یہ تحریف و تبدل سے پاک بھی ہے یا کہ نہیں تو پھر ایسے شخص سے ہم کلام ہونا یا اس سے بحث کرنا بے سود ہوتا ہے۔ یہی صورت حالات احادیث پر جرح و تعدیل کرتے وقت صادق آتی ہے۔ اس میں بھی بعض امور کو قطعی مسلمات کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ تحقیق نہیں بلکہ یادہ گوئی ہو گی کہ آج ایک شخص ان مسلمات کو نظرانداز کر کے اپنی خرافات کو علمی تحقیق کا درجہ دے دے دراصل حدیث ابی بکرہؓ کے

ضمن میں آجکل کے نام نہاد محققین یہ شغل جاری رکھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے تحقیق کے لئے ساری امت کے خلاف اپنا ہی دائرہ عمل متعین کر رکھا ہے۔ جو فریب کاری تو کہلا سکتا ہے مگر تحقیق نہیں۔ ایک رافضی اور ایک اہل سنت میں تحقیق کا معیار بھی جداگانہ ہے۔ رافضی کی صحاح ستہ جدا ہے۔ اسماء الرجال کی کتب جدا ہیں۔ جرح و تعدیل کا پیمانہ مختلف ہے ائمہ کی فہرست علیحدہ ہے۔ اس کے نزدیک بخاری کا مجموعہ جھوٹ کا پلندہ ہے اور اس میں کافروں کی بیان کردہ احادیث پائی جاتی ہیں (۱) (رجال بخاری مولفہ مرزا عبدالحسین مطبع سرفراز قومی پریس لکھنؤ ناشر امامیہ مشن ص ۲۷، ۱۲۷، ۱۵۹، ۱۶۲)

لیکن اہل سنت کی راہ اس سے بالکل مخالفانہ سمت کو جاتی ہے ایسی صورت میں دونوں کے درمیان اختلاف رائے کو کیسے ختم کیا جا سکتا ہے کچھ ایسی ہی صورت حال ان محققین پیدا کی ہے۔ بظاہر تحقیق کا دم بھرتے ہیں لیکن دلائل دیتے وقت مطلقاً محسوس نہیں فرماتے کہ ان کے بیان کردہ دلائل اہل سنت کے معیار اور مسلمات میں سے ہیں بھی یا کہ نہیں۔ بنتے اہل سنت ہیں مگر دلائل کا انداز وہ ہی ہے جو رافضیوں کا ہے یا معتزلہ و دیگر فرق باطلہ کا۔ اصول حدیث کی رو سے تمام فقہاء محدثین اور ائمہ سنت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ہر صحابی عادل (۲) ہے۔

---

۱۔ اصل عبارت یہ ہے۔ "کافر ہونا راوی کا طرہ امتیاز فضیلت ہے بخاری و مسلم کے نزدیک" خالد بن سلمہ کے متعلق ارشاد ہے "ایسے زبردست کافر سے امام بخاری نے روایت لی ہے" بخاری کے راوی مسدد بن یحییٰ کے قدری ہونے پر مرقوم ہے۔ "مذہب قدر بموجب تصریح رسول کفر ہے اس کفر کے پھیلانے والے خلفاء اہلسنّت ہیں۔"

۲۔ صحابی کو جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا اعزاز اور شرف حاصل ہے اگرچہ وہی اس کے عادل ہونے کے لئے کافی دلیل ہے۔ لیکن قرآن و سنت سے ثابت ہے صحابہ کرام عادل ہیں اور ان سے اس فعل کے صادر ہونے کا امکان بھی نہیں کہ وہ عمداً نبی صلی اللہ علیہ وسلم (جو بالواسطہ اللہ تعالیٰ پر) جھوٹ بولیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ بقول حافظ ابن حجر مراسیل صحابہ بالاجماع حجت ہیں اور یہ ہی وجہ ہے کہ بخاری اور مسلم میں کئی مراسیل صحابہ موجود ہیں اور ان کی صحت پر کسی نے انگشت نمائی نہیں کی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اس وقت کئی صحابہ کم سن تھے ان کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اکثر روایات مرسل ہیں۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی عمر اس وقت صرف تیرہ برس تھی اور ان کی اکثر روایات مرسل ہیں۔ اگر کسی نے اس صحابی کی حجیت پر اعتراض کیا ہے تو اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ صحابی عادل نہیں بلکہ محض یہ امکان تھا کہ شاید اس صحابی نے یہ روایت کسی تابعی سے سنی ہو۔ لہٰذا صحابی کا عادل ہونا بالاجماع ثابت ہے

آج تک کسی حدیث کی سند پر جرح کرتے ہوئے کسی صحابی پر جرح نہیں کی گئی اور نہ صحابی کے مجروح ہونے کی بناء پر کسی حدیث کو مسترد کیا گیا ہے۔ حضرت ابو بکرہؓ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ بڑی تحقیقات کے باوجود آج تک کسی شخص کو یہ سعادت نصیب نہیں ہوئی کہ وہ ائمہ جرح و تعدیل میں سے کسی ایک کا بھی قول پیش کر سکے کہ اس نے حدیث ابی بکرہؓ میں حضرت ابو بکرۃ پر جرح کی ہو اور اس کی بنا پر اس حدیث کو ضعیف موضوع یا ناقابل قبول قرار دیا ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ بالا جماع عادل ہیں۔ عادل ہونے کا یہ معنی نہیں کہ وہ ہر قسم کی خطا سے معصوم ہیں بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ کسی صحابی سے چونکہ اس امر کا امکان بھی نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی طرف عمداً جھوٹی بات کی نسبت کرے اور آپؐ کی ذات گرامی پر جھوٹ باندھے لہٰذا روایت حدیث میں ہر صحابی عادل ہے۔ علامہ سیوطیؒ

تدریب الراوی میں فرماتے ہیں کہ بخاری اور مسلم میں بے شمار مراسیل صحابہ ہیں

**لان اکثر روایا تهم عن الصحابة و کلهم عدول**

"اس لئے کہ ان کی اکثر روایات دیگر صحابہ سے ہی ہیں اور سب صحابہ عادل ہیں۔

لہٰذا امت کے اس مسلمہ اصول کو جوتے کی نوک پر رکھتے ہوئے اپنی تحقیق کا آغاز ہی صحابی پر جرح و تنقید سے کرنا اس امر کی علامت ہے کہ ایسی تحقیق کسی نیک نیتی اور خلوص پر مبنی نہیں بلکہ محض نفسانی خواہشات کی آئینہ دار ہے۔ جیسا کہ آجکل عورت کی حکمرانی کے قائلین بلا استثناء کر رہے ہیں ان کا پہلا ہدف حضرت ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ ہیں۔ ایک کم ظرف نے تو پہلے ان کی والدہ سمیہ کی زنا کاری (حالانکہ وہ حارث کی لونڈی تھیں اور لونڈی سے جنسی تعلقات قائم کرنا زنا شمار نہیں ہوتا بلکہ قبل از اسلام عرفاً" اور بعد از اسلام شرعاً" جائز ہے) کی داستانیں سنائی ہیں تاکہ یہ تاثر پیدا کیا جا سکے کہ حضرت ابو بکرۃ (نعوذ باللہ) ولد الزنا تھے اور وہ کسی احترام کے مستحق نہیں اور نہ ہی ان کی کوئی بات قابل قبول ہے۔ لطف کی بات یہ ہے اس کم ظرف محقق نے یہ تو بتا دیا کہ زیاد ان کا ماں کی طرف سے بھائی تھا۔ مگر یہ نہ بتایا کہ اگر سمیہ کا بیٹا ہونا اتنا معیوب ہے اور قابل نفرت ہے تو پھر اس زیاد کو سیدنا حضرت علیؓ نے بصرہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ساتھ خراج کی وصولی اور سارے بیت المال کا انچارج بنا کر ابن عباس کو یہ تاکید کیوں فرمائی تھی وہ اس کے مشوروں پر عمل کریں۔ تاریخ طبری میں ہے۔

**"وا مرابن عباس علی البصرة وولی زیادا الخراج وبیت المال وامر ابن عباسؓ ان یسمع منه**

(ج ۳ ص ۵۴۶)

(حضرت علیؓ) نے بصرہ پر ابن عباس کو امیر مقرر کیا اور خراج و بیت المال پر زیاد کو اور ابن عباس کو

حکم دیا کہ وہ اس کی باتوں پر عمل کریں۔

جبکہ زیاد بھی جنگ جمل میں غیر جانبدار رہا تھا اور اس نے طرفین میں سے کسی کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ زیاد کو انتہائی ثقہ اور معتبر سمجھتے تھے حالانکہ وہ بھی ابو بکرۃ کی طرح سمیہ ہی کے بیٹے تھے۔ لہٰذا اس پہلو سے ابو بکرہ کو ہدف طعن بنانا کم ظرفی اور پست فطرتی کی علامت ہے یہ ہی وجہ ہے کہ ساری تاریخ اسلام میں ابو بکرۃ سے جو احادیث مروی ہیں آج تک کسی محدث نے ابو بکرۃ کی وجہ سے انہیں مجروح قرار نہیں دیا۔

ایک اور واقعہ جسے اچھالا گیا ہے اور جس کی بنیاد پر حضرت ابو بکرۃؓ کو فاسق قرار دے کر ان کی اس بیان کردہ حدیث کو مسترد کیا گیا ہے وہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ پر زنا کی تہمت کا ہے جس کا ماحاصل یہ ہے کہ حضرت ابو بکرۃؓ نے اپنے علاوہ تین دیگر گواہوں کے ساتھ حضرت عمرؓ کے سامنے شہادت دی کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے زنا کیا ہے مگر بعض گواہان کی گواہی سے یہ ثابت نہ ہو سکا کہ جس عورت کے ساتھ حضرت مغیرہ بن شعبہ قابل اعتراض حالت میں دیکھے گئے تھے وہ واقعتاً ان کی بیوی نہ تھی کیونکہ حضرت مغیرہ نے بھی اصل واقعہ کا انکار نہ کیا تھا بلکہ یہ کہا تھا کہ وہ عورت کوئی غیر نہ تھی بلکہ ان کی اہلیہ تھیں۔ عدم ثبوت کی بنا پر حضرت عمرؓ نے چاروں افراد ابو بکرۃؓ زیاد' نافع اور شبل پر حد قذف نافذ کی۔ بعدازاں آپ نے ابوبکرۃؓ سے توبہ کرنے کو کہا لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور حضرت عمرؓ نے تاحیات انہیں مردود و الشہادہ قرار دیا اس واقعہ کے پس منظر میں ہمارے یہ محققین فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی آیت مقدسہ کی رو سے اس طرح ابوبکرہ فاسق قرار پاتے ہیں جو عادل کی ضد ہے لہٰذا اس فاسق کی روایت قابل قبول نہیں۔ چونکہ یہ معاملہ بہت اہم ہے اس لئے سب سے پہلے ہم وہ آیت مبارکہ اور اس کی جو تفسیر ائمہ سلف نے کی ہے اسے بیان کرتے ہیں اور اس کے بعد اصول حدیث کی رو سے اس بات کو ثابت کریں گے کہ یہ محض مغالطہ آمیزی ہے۔ جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ قرآن حکیم کی سورۃ نور میں ارشاد ہے

**والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا اولئک ھم الفاسقون الا الذین تابوا من بعد ذالک واصلحوا فان اللہ غفور رحیم**

سب سے پہلے مفرد الفاظ کا معنی بیان کیا جاتا ہے اس کے بعد مجموعی معنی بیان کریں گے تاکہ آیت مبارکہ کا مکمل مفہوم سمجھ میں آجائے۔

یرمون = اس کا مادہ رمی ہے۔ عربی زبان میں اس کا استعمال اعیان پر بھی کیا جاتا ہے جیسے رمی بالحجریا رمی بالسھم (اس نے پتھر یا تیر پھینکا) اور اقوال پر بھی جب اقوال پر بولا جائے تو اس کا معنی گالی ہوتا ہے اور چونکہ گالی کی سنگین ترین صورت زنا کار کہنا ہے لہٰذا اسے زنا کی گالی کے معنی میں استعمال کیا

جاتا ہے۔ قرآن مجید نے "قذف" کی بجائے رمی کا لفظ استعمال فرما کر اس گالی کی سنگینی کی طرف اشارہ فرمایا کہ جس طرح پتھر اور تیر وغیرہ کی رمی سے انسانی جان تلف ہو جاتی ہے اسی طرح یہ گالی بھی کسی شخص کی سماجی اور معاشرتی' اخلاقی اور دینی موت کے مترادف ہے کہ اس پر زنا کا الزام لگایا جائے۔

محصنات = محصنہ کی جمع ہے اور اس کا مصدر احصان ہے۔ قران مجید میں یہ لفظ دو معانی میں مستعمل ہوا ہے۔ اول نکاح اور شادی کے معنی میں دوم باعفت و با عصمت ہونے کے معنی میں۔ اس آیت میں یہ دوسرا معنی مراد ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی مرد یا عورت پر ایک دفعہ بعداز بلوغت زنا کا الزام ثابت ہو چکا ہو تو اس کے بعد اگر کوئی شخص اسے زنا کار ہونے کی گالی دے تو ایسے گالی دینے والے پر حد قذف لاگو نہ ہو گی کیونکہ اس نے محصنہ نہیں بلکہ غیر (محصنہ) کو زنا کار کہا ہے۔

تابوا = توبہ کا لفظ عرف عام میں بڑا مشہور و معروف ہے جس کا معنی اقرار گناہ اور اللہ سے معافی کا طلب گار ہونا ہے مگر اس آیت میں توبہ کا ایک معنی یہ ہے کہ جس شخص پر حد قذف لگ چکی ہے وہ اس بات کا اقرار کرے کہ اس نے جھوٹ بولا تھا۔ اپنی تکذیب کرے اور کہے کہ یہ اس کی خود ساختہ و من گھڑت کہانی تھی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخفاء (ج ۱ ص ۲۱۵ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور) میں فرماتے ہیں

**توبتھم اکذابھم انفسھم** ان کی توبہ یہ ہے کہ اپنی تکذیب کریں

دوسرا معنی یہ ہے کہ قاذف جب مطلوبہ چار گواہ پیش نہ کر سکے تو خود کو حد قذف کے لئے پیش کر دے اور یہ حد ہی اس کی توبہ ہے۔

مسلم میں ماعز اور غامدیہ کی روایات میں موجود ہے کہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا

**انی قد زنیت فطھرنی** (غامدیہ)

میں نے زنا کیا ہے مجھے پاک کر دیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رجم کیا اور فرمایا

اس نے ایسی توبہ کی کہ اگر حرام مال کمانے والا بھی کرے تو اسے بھی معاف کر دیا جائے

ماعز نے کہا

**انی ارید ان تطھرنی** میں چاہتا ہوں آپؐ مجھے پاک کر دیں

اس پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حد نافذ فرمائی اور رجم کر دیا

ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا حد کا نفاذ مجرم کو جرم کے گناہ سے پاک کر دیتا ہے۔ لہٰذا حد

بذات خود توبہ ہے یعنی اللہ کے ہاں اس پر مواخذہ نہ ہو گا۔
فاسقون = فاسق کی جمع ہے اس کا مادہ فسق ہے قران مجید میں یہ لفظ کفر شرک اور نفاق کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے اور اس سے وسیع تر معنی میں بھی یعنی کفر کے علاوہ کبیرہ اور صغیرہ گناہوں' لغزشوں اور خطاؤں پر بھی اس کا اطلاق ہوا ہے۔ قرآن حکیم میں حج کے مسائل میں فرمایا **لا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج** (البقرہ) اس آیت میں فسوق سے مراد وہ اعمال ہیں جو حج کے فضائل اور اس کی عظمت کے منافی ہیں۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ ان اعمال سے حاجی فاسق اور مردود الشہادۃ ہو جاتا ہے۔ مثلاً حاجی کا گالی دینا' شکار کرنا' سر منڈانا' ناخن کاٹنا وغیرہ وغیرہ ظاہر ہے ان اعمال سے یا ان میں سے کسی ایک کے ارتکاب سے وہ فاسق نہیں ہو جاتا۔ اس لفظ کا استعمال اللہ تعالٰی نے محض حج کی عظمت کے اظہار کے لئے فرمایا نہ کہ ناخن یا بال کاٹ لینے والے حاجیوں کو فاسق قرار دینے کے لئے۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک حدیث (ابن ابی حاتم) میں فرمایا۔ **سباب المسلم فسق وقتاله کفر** کسی مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کو قتل کرنا کفر ہے۔ مذکورہ بالا آیت مقدسہ اور اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ معاصی سے انسان کافر ہوتا ہے نہ دائرہ اسلام سے خارج اور نہ ہی یہاں فسق سے مراد یہ ہے کہ اب ان کی شہادت ناقابل قبول ہے۔

مفردات کی وضاحت کے بعد ائمہ کرام نے اس آیت کی تفسیر میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کی مختصر الفاظ میں وضاحت کرنا بھی ضروری ہے۔

بہت سے ائمہ جن میں مالک' شافعی' احمد بن حنبل شامل ہیں ان کا ارشاد یہ ہے کہ حد قذف کی آیت میں جو الا حرف استثناء ہے اس کا تعلق سابقہ الفاظ فلا تقبلوا لھم شہادۃ ابدا اور او لئک ھم الفاسقون دونوں سے ہے توبہ کے بعد ان کی شہادت بھی قبول ہو گی اور وہ صفت فسق سے بھی مبرا ہو جائیں گے۔ جبکہ حضرت امام ابو حنیفہ کا ارشاد ہے کہ اس حرف استثناء کا تعلق صرف فسق سے ہے توبہ کے بعد وہ فاسق تو نہ رہے گا لیکن ہمیشہ کے لئے مردود الشہادۃ قرار پائے گا

ان دونوں اقوال میں جو اختلاف ہے وہ صرف قاذف کی شہادت کے قبول کرنے یا نہ کرنے پر ہے اس میں سب متفق ہیں کہ توبہ کے بعد قاذف فاسق نہیں رہتا۔ حضرت امام ابو حنیفہ کے قول سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قذف کی صورت میں مردود الشہادۃ ہونا یا توحد ہی کا ایک حصہ ہے یا مزید تعزیری سزا ہے۔ اور یہ کہ مردود الشہادۃ ہونے سے فاسق قرار پانا ضروری نہیں کئی فقہاء ایسے ہیں جن کے نزدیک ہر وہ شخص مردود الشہادۃ ہے جو اعمال کو ایمان کا جزو اور حصہ تصور نہیں کرتا۔ ابن ابی یعلی قاضی کوفہ نے حضرت امام ابو حنیفہ کے بیٹے کی شہادت اسی بناء پر قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ وہ اعمال کو جزو ایمان نہیں سمجھتے۔ گویا قاضی ابن ابی یعلی کے نزدیک تمام احناف مردود الشہادۃ ہیں امام

ابو حنیفہ قاضی ابو یوسف اور امام محمد بھی ان کے نزدیک مردود الشہادۃ ہیں لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ (نعوذ باللہ) بشمول ان ائمہ کے تمام احناف (ابن ابی -علی کے نزدیک) فاسق ہیں کیونکہ مردود الشہادۃ ہیں لہٰذا آیت قذف کے اس پس منظر میں اگر دیانت داری سے دیکھا جائے تو حضرت ابو بکرۃ پر جب حد قذف نافذ ہو گئی تو اگر اس حد کو ہی توبہ تصور کر لیا جائے تو بھی مردود الشہادۃ ہونے کے باوجود وہ فاسق نہیں رہتے جیسا کہ امام ابو حنیفہ نے فرمایا ہے۔ حضرت عمرؓ نے بھی ان کو کسی طور فاسق قرار نہ دیا بلکہ ان کی شہادت کو غیر مقبول قرار دیا اور اگر توبہ سے مراد تکذیب نفس مراد لی جائے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے ان سے مطالبہ کیا تو ایسی توبہ انہوں نے یقیناً نہیں کی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ سے اس طرح کی توبہ کا کہیں ثبوت نہیں ملتا۔ حضرت عائشہ صدیقہ کے واقعہ افک میں حسان بن ثابت اور مسطح پر آپ صلی اللہ نے حد قذف لگائی مگر اس کے بعد ان سے علانیہ تکذیب نفس کا مطالبہ نہ کیا قذف کبیرہ گناہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کئی صحابہ سے بشری تقاضہ کے تحت کبیرہ گناہ سرزد ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر بعض اوقات حد بھی لگائی مگر اس کے بعد ان سے یہ مطالبہ نہ کیا کہ وہ اپنے جھوٹے ہونے کا اعلان کریں۔ لہٰذا ابو بکرۃ نے تکذیب سے بجا طور پر انکار کر دیا۔ توبہ دراصل آئندہ کے لئے اصلاح نفس کا نام ہے کہ قاذف پھر کسی پر قذف نہ لگائے' اپنی سابقہ بات کو نہ دہرائے اور یہ مستقبل کے حالات و واقعات اور قاذف کا طرز عمل ہوتا ہے جو بتاتا ہے کہ اس نے توبہ کی ہے یا کہ نہیں۔ لہٰذا اس معنی کے اعتبار سے بھی حضرت ابو بکرہ فاسق قرار نہیں پاتے کیونکہ اس کے بعد آپ نے بھی مغیرہ بن شعبہ کے متعلق یہ بات نہ دہرائی اور نہ کسی اور پر قذف لگائی ان کا اس واقعہ کے بعد کا طرز عمل خود گواہی دیتا ہے کہ انہوں نے شرعی قانون کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور بطیب خاطر اسی کوڑے لگائے۔ اگرچہ آپ حقیقتاً خود کو سچا سمجھتے تھے مگر قانون تو ظاہری احوال کو دیکھتا ہے اور آپ نے شرعی قانون کے سامنے گردن جھکا دی اور آئندہ کے لئے خود کو سچا سمجھنے کے باوجود کبھی ایسی بات زبان پر نہ لائے اور یہ ہی آپ کی توبہ تھی۔ حضرت امام بخاری کو اس بات کا احساس تھا کہ شاید کل کوئی نام نہاد محقق ابو بکرۃ کے اس واقعہ کو آڑ بنا کر ان کی تصنیف صحیح بخاری میں کیڑے نکالے اس لئے آپ نے بکمال ذہانت حضرت ابو بکرۃؓ کی پوزیشن شرعی نقطہ نظر کے تحت صاف اور واضح کر دی کہ آیت قذف کے تحت وہ نہ فاسق ہیں نہ مردود الشہادۃ آپ فرماتے ہیں۔

**باب شهادة القاذف والسارق والزاني وقول الله تعالى ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا واولئك هم الفاسقون الا الذين تابوا وجلد عمر ابا بكر وشبل بن معبد ونافعا بقذف المغيرة ثم استتابهم وقال من تاب قبلت شهادته... وكيف تعرف توبته وقد نفى النبي صلى الله عليه وسلم الزاني**

**سنتہ ونهى النبى صلى الله عليه وسلم عن كلام كعب بن مالك وصاحبيه حتى مضى خمسون ليله**
باب ہے قاذف چور اور زانی کی شہادت کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارہ میں کہ نہ قبول کرو ان (زنا کی تہمت لگانے والوں) کی شہادت کبھی بھی اور وہ ہیں فاسق مگر جنہوں نے توبہ کی۔ اور کوڑے لگائے عمرؓ نے ابو بکرؓ شبل بن معبد اور نافع کو مغیرہ پر تہمت لگانے پر پھر ان سے کہا توبہ کرو جس نے توبہ کر لی میں اس کی شہادت قبول کر لوں گا اور اس (جس پر حد لگ چکی ہو) کی توبہ کیسے معلوم ہو گی" --------

حضرت امام بخاری کے ان ارشادات سے کئی علمی فوائد حاصل ہوئے۔ اول یہ کہ آیت قذف میں دو حکم ہیں شہادت کا قبول نہ کرنا اور فاسق ہونا۔ امام بخاری کا ارشاد یہ ہے کہ قذف کے ساتھ صرف شہادت کا قبول نہ ہونا مخصوص ہے باقی جو فاسق کہا گیا ہے یہ صرف قذف کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر کبیرہ گناہ کا مرتکب فاسق ہوتا ہے۔ اس بنا پر چور اور زانی بھی فاسق ہیں قذف تو صرف زنا کا الزام ہوتا ہے جبکہ زانی بذات خود اس جرم کا مرتکب ہوتا ہے لہٰذا وہ بالاولیٰ فاسق کہلانے کا مستحق ہے۔
لہٰذا آیت قذف میں جو استثناء ہے وہ صرف شہادت کے ساتھ مخصوص ہے نہ کہ فاسق ہونے کے ساتھ اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ حضرت عمر نے بھی ابو بکرہ وغیرہ پر حد نافذ کرنے کے بعد انہیں فاسق قرار نہیں دیا بلکہ صرف توبہ کا مطالبہ کیا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نفاذ حد چونکہ بذات خود گناہ کا کفارہ ہے لہٰذا فسق کا وصف اس کے ساتھ ہی ختم ہو گیا۔ باقی عدم قبول شہادت اس فسق سے زائد سزا ہے جس کا تعلق توبہ سے ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک زانی غیر شادی شدہ کو سو درے بطور حد لگائے اور پھر ایک سال کے لئے شہر بدر کر دیا اور اس طرح جنگ تبوک کے موقع پر مدینہ میں ہی رہ جانے والے صحابی کعب بن مالک وغیرہ کا پچاس دن تک سماجی مقاطعہ کا حکم دیا ان دونوں واقعات سے ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے توبہ قبول کی مگر ان کی توبہ ان کے طرز عمل سے معلوم ہوئی زانی پر حد لگی تو توبہ قبول ہو گی کعب بن مالک نے جس فرمانبرداری سے اس سماجی مقاطعہ کو قبول کیا وہ ہی اس کی توبہ کی علامت تھی۔ اس لئے آیت قذف میں جو توبہ مذکور ہے اس سے بھی اسی قسم کی توبہ مقصود ہے۔ اس بنا پر ابو بکرہؓ کی پوزیشن بحمد اللہ روز روشن کی طرح صاف و شفاف ہو جاتی ہے کہ آپ پر حد لگی یہ ہی توبہ تھی۔ کیونکہ حد گناہ کا کفارہ ہے۔ بعد ازاں آپ نے اپنی زندگی میں کبھی اس طرز عمل کو نہ اپنایا یہ ہی قبول توبہ کی علامت ہے۔ لہٰذا اس آیت کا حضرت ابو بکرہ پر نہ اطلاق ہوتا ہے نہ وہ اس کا مصداق ہیں نہ ہی انہیں فاسق قرار دے کر ان کی اہل فارس کے متعلق روایت کو مسترد کرنا کوئی علمی کارنامہ ہے۔ ایسا کرنا قرآن و سنت کی صحیح تعبیر و تشریح سے عدم واقفیت کی دلیل ہے۔

چونکہ قرآن مجید کی مستند اور صحیح تفسیر وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو یا صحابہ کرام بیان کریں اس لئے امام بخاری نے اس باب میں بیان کردہ نکات کے اثبات کے لئے مندرجہ دو احادیث نقل کیں۔

(الف) عروۃ بن زبیرؓ فرماتے ہیں

**ان امراۃ سرقت فی غزوۃ الفتح فاتی بھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم امر بھا فقطعت یدھا قالت عائشہ حسنت توبتھا وتزوجت وکانت تاتی بعد ذالک فابلغ حاجتھا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم**

ایک عورت نے فتح (مکہ) کے غزوہ میں چوری کی اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا آپ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا پس اس کی توبہ اچھی رہی اس نے شادی کی اور وہ ہمارے ہاں آیا کرتی تھی اور میں اس کی معروضات نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا کرتی تھی۔

معلوم ہوا قطع ید کی حد ہی حسن توبہ کی علامت تھی ورنہ فاسقہ عورت کے ساتھ حضرت عائشہؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قدر عنایت نہ ہوتی۔ (جاری ہے)

ابراہیم
کشمینا
انٹرنیشنل
کشمینا اُون جیسی کوئی اُون نہیں
ابراہیم سپنرز
۶۲۔ شاہ عالم مارکیٹ لاہور
فون :۔ ۶۶۱۳۵ —— ۳۲۴۶۸۲ —— ۲۲۴۱۹۰